پروفیسر قدسیہ عبدالکریم
اسسٹنٹ پروفیسر (ر)، شعبۂ اردو، سر سیّد گورنمنٹ کالج برائے خواتین، ناظم آباد، کراچی

اردو داستانوں میں نفسیاتی محرکات

Abstracts

A Psychological Motif in Urdu Dastan

By Prof. Qudsia Abdul Kareem, Assistant Professor (R), Department of Urdu, Sir Syed Govt. Girl College, Nazimabad, Karachi

Daastan is the oldest genre of our literature; such long & novel tales are a part of every language's history and cultural symbol. It started in the 17th century with Mullah Wajhi's *Sabras* and then continued till the 20th century with the Arabic Persian and Indian rhythmic tales being translated into Urdu. The purpose of such tales was to provide entertainment, the magical storytellers would create an imaginary world with their oratory and let the listener roam in it, and the *Daastan* writers later did the same work. These *Daastan* were not only a cultural and intellectual asset but you can also witness a few Psychological elements. One can understand the psychological changes in older times with the help of ancient literature. The relation between Psychology and literature is not new, the thorough research of human Psychology by Freud, Zong & Edler brought about many truths about literature and Psychology being interrelated. Emotion and many other aspects of human Psychology can be seen as the subject of these *Daastan*. *Daastan* based on play in different human situations can be easily understood through a long & interesting tale rather than by the boring details of Psychology. The trend of Daastan writing peaked in the 19th century because of psychology. The structure of *Daastan* and the way it was presented suited the easy-going nature of the subjugated people and

daydreaming. These *Daastans* were the reflections of their dreams and aspirations.

Keywords: Dastan, Psychology, Fasna-e-ajaib, Mazhab-e-ishq, Betal Pachisi, Bagh-o-Bahar, Rani Ketki, Tilism-e-Hoshruba,

نفسیات کا شمار دنیا کے قدیم ترین علوم میں ہوتا ہے، جو ابتدا میں فلسفے کی ہی شاخ تھی مگر بعد میں اپنی وسعتوں کے باعث الگ ہو کر ایک جامع علم کے طور پر منصۂ شہود پر آیا۔ نفسیات دو لفظ "نفس" اور "یات" سے مل کر بنا ہے۔ نفس کے معنی روح کے ہیں جب کہ یات بطور لاحقہ استعمال ہوا ہے، جو کسی بھی علم کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ معنی کے اعتبار سے اسے روح کا علم کہا جائے گا البتہ ماہرِ نفسیات کے نزدیک خیالات و احساسات، جذبات و رجحانات اور خواہشات اور ہیجانات کا نام نفسیات ہے۔ نفسیات غیر مرئی عناصر کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں شعور اور لاشعور کا اہم کردار ہے۔ فرائڈ Psyche کو وحدت قرار دیتا ہے اور شعور و لاشعور کو اس وحدت کے دو رخ۔ شعور و لاشعور زندگی بھر مسلسل و متواتر عمل اور ردِ عمل کی گردش میں مصروف رہتے ہیں۔ شعور کے معنی جاننے کے ہیں۔ یعنی کسی بھی انسان کے وہ ذاتی تجربات جنھیں وہ ایک وقت پر یاد رکھتا ہے شعور کا حصہ کہلاتے ہیں جب کہ اس کے برعکس لاشعور، شعور سے کئی گنا زیادہ طاقت ور ہوتا ہے۔ یہ انسانی ذہن کے پیچھے کی وہ دنیا ہوتی ہے جو انسانی احساسات و جذبات اور خوف و ہیجانات سے آباد ہوتی ہے۔ لاشعور ان خواہشات کا مسکن ہوتا ہے جن پر سماج بندش لگاتا ہے۔ یعنی وہ خواہشات و احساسات جن کا اظہار نہیں ہو سکتا وہ لاشعور کا حصہ بن جاتی ہیں۔ اسی لیے لاشعور دبائے ہوئے اور ناخوش گوار احساسات و خیالات سے پُر رہتا ہے۔

ادب کا تعلق انسانی زندگی کے ہر پہلو سے ہے، اسی لیے ادب میں زندگی کے جذبات و احساسات و خیالات اور تجربات کی عکاسی بہ خوبی کی جاتی ہے۔ ادب کی تخلیق میں انسانی شعور و لاشعور کا عمل دخل ایک لازمی جزو ہے جو انسان کے خارجی و داخلی محرکات سے مل کر فن کی صورت میں ڈھل جاتی ہے۔ یوں تو تحریر میں شعور لاشعور کی کارفرمائی کا سراغ ہندوؤں کے اپنشدوں اور قدیم مصری اور یونانی تحریروں میں بھی ملتا ہے۔ مگر ادبی حوالے سے سب سے پہلے کولرج نے بایوگرافیا لٹریریا (Biographia Literaria) میں قاری پر شعر کے نفسیاتی اثر کا ذکر کیا، اس کے علاوہ اس نے احساسِ ترفع اور خوابوں کی لاشعوری کارکردگی کا بھی ذکر کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علمِ نفسیات اور ادب کا باہمی تعلق فرائڈ اور کارل یونگ کے نظریات کے فروغ پانے سے بہت پہلے موضوعِ بحث رہا ہے فرائڈ، یونگ اور ایڈلر نے انسانی ذہن کے نفسیاتی پہلوؤں کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور اس کے بعد ادب اور نفسیات کے

تعلق کے کئی پہلو سامنے آئے۔

فرائڈ نے انسانی افعال کا اصل محرک لاشعور کو قرار دیا ہے۔ انسان کی ناآسودہ خواہشات جو کسی معاشرتی دباؤ، روک ٹوک کے نتیجے میں پوری نہیں ہوتیں انسانی لاشعور میں چلی جاتی ہیں اور وہاں وقتاً فوقتاً سر اٹھاتی ہیں۔ ان کی تسکین کبھی خوابوں میں ہوتی ہے اور کبھی مختلف فنون میں۔ فنونِ لطیفہ کی تمام شاخیں کسی نہ کسی طرح ان کی تسکین کا ذریعہ ہیں:

> فرائڈ نے جب خوابوں کے ذریعے انسانی کارکردگی کو سمجھنے کا سلسلہ شروع کیا تو اس کی یہ سعی تخلیقی عمل کو سمجھنے میں بھی کارآمد ثابت ہوئی۔ اس نے یہ انکشاف کیا کہ انسان کی تشنہ تکمیل خواہشات اور آرزوئیں خوابوں کی وساطت سے مختلف علامات کے روپ میں جلوہ گر ہوتی ہیں اور یہی تشنہ خواہشات ادبی تخلیقات کو وجود میں لانے کا محرک بنتی ہیں۔ (۱)

ایڈلر نے ادب اور فن کو احساس کمتری کی تلافی کا ذریعہ قرار دیا۔ کارل یونگ نے فرائڈ کے لاشعور اور تحلیلِ نفسی کے تصورات کے متوازی انفرادی لاشعور اور اجتماعی لاشعور کے فرق کو پیش کیا۔ اسی طرح خواب کی تعبیر کے سلسلے میں بھی کارل یونگ کے تصورات نے اساطیر اور داستانی ادب، مذہبی اعتقادات اور رسم ورواج کے حوالے سے مزید گہرائی عطا کی۔ کارل یونگ کے مطابق انفرادی لاشعور فرد کی ذاتی آرزوؤں تک محدود ہے جب کہ اجتماعی لاشعور کا دائرہ فرد کے باطنی جہاں سے لے کر پوری انسانی نسل کے تجربات اور مشاہدات تک پھیلا ہوا ہے، کارل یونگ کے نزدیک اجتماعی لاشعور ہی تخلیق کا منبع ہے۔ یہیں سے ادبی تخلیقات، فلسفیانہ نظریات اور طرح طرح کے تصورات وجود میں آتے ہیں کارل یونگ نے ''آرکی ٹائپس'' کا تصور بھی پیش کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

> یہ ایک ایسی ناقابلِ بیان لاشعوری ہیئت ہے جو سانکی کی وراثت میں آئی ہوئی ساخت کا حصہ ہے۔ اس لیے کہیں بھی اور کسی بھی وقت اپنا اظہار کر سکتی ہے نیز یہ کہ آرکی ٹائپ اندر سے خالی ہوتا ہے۔ یہ ایک فارم ہے جو وراثت میں ملتی ہے اور ایک بڑی حد تک جبلت سے مشابہ ہے جب یہ فارم لاشعوری تجربات کے مواد سے بھر جاتی ہے تو اس کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے بہ صورتِ دیگر جبلت کی طرح یہ بھی دکھائی نہیں دیتی۔ (۲)

آرکی ٹائپس کا بھی فن سے گہرا تعلق ہے افسانوی ادب کے نفسیاتی مطالعے میں اس تصور کو کام میں لایا جاسکتا ہے۔ داستانوں کے کئی کردار مثلاً جادوگر، جادوگرنی، ظالم سوتیلی ماں، ہیرو، دیوی دیوتا، بزرگ وغیرہ ''آرکی ٹائپس''

کی ذیل میں آتے ہیں کیوں کہ تخلیق کار کے فن میں اس کی صرف ذاتی خواہشات کا ہی اظہار نہیں ہوتا بلکہ ہزاروں سال پرانے میلانات بھی بہ طور ورثہ اس میں شامل ہوتے ہیں۔

داستان فارسی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی واقعہ، قصہ، کہانی وغیرہ کے ہیں۔ ''داستان کہانی کی سب سے اولین اور قدیم قسم ہے۔ اصطلاح میں داستان اس کہانی کو کہتے ہیں جس کی بنیاد تخیل، رومان اور مافوق الفطرت عناصر پر ہو۔''(۳) داستان ہمارے نثری ادب کی قدیم ترین اور دل نشین صنف ہے۔ اپنے ابتدائی دور سے لے کر عروج کے زمانے تک اسے قبولِ عام حاصل رہا۔ اس صنف میں ہمیں ابتدائے آفرینش کے انسان سے لے کر نشاۃ ثانیہ تک کے انسان کی داخلی اور خارجی زندگی کی مکمل روداد ملتی ہے۔(۴) اردو ہی میں نہیں دنیا کی ہر زبان کے ادب میں، ہمیں اس قسم کی کہانیاں ملتی ہیں۔ ماضی بعید کا وہ انسان جس کا مقصد صرف تحفظِ ذات اور شکم پروری تھا، اس کا ذہن کسی بچے کے ذہن کی طرح تھا، جو کائنات کے رازوں کو جاننے کے لیے سوالات کرتا ہے۔ اس کے ناپختہ ذہن کو مطمئن کرنے کے لیے ایسے ہی جواب دیے جاتے ہیں جو اس کو مطمئن کر سکیں۔ اس کا ذہن فطرت کو اس کی اصل حقیقت کے مطابق سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے۔ اس لیے اس حقیقت کو فسانہ بنا کر کہانیوں کے ذریعے مطمئن کیا جاتا ہے۔ انسان کے اس فطری تحیر کی تشفی نے ہی اُسطور کو جنم دیا ہے۔ قوموں کی زندگی میں زبان زدِ خاص و عام ہونے والے ان قصوں کو اس لیے بھی اہمیت حاصل ہے کہ یہ ثقافت کا آئینہ ہوتے ہیں۔ ان قصوں میں ''آدمی اور مظاہر فطرت کی آویزش ماورائے فطرت کا ترغیب انگیز ڈراوا، معاشرے کی سطح پر افراد کا ایک دوسرے سے برتاؤ، رشتے ناتوں کا باہمی تفاعل تہذیب اور معاشرت کا خود اپنے بارے میں اندازہ قوم کے اجتماعی لاشعور میں پنہاں خوف اور امنگیں۔ غرض یہ کہ یہ تمام عناصر چلتے بولتے روپ دھار کر قصوں کی شکل ہی میں تو سامنے آتے ہیں۔(۵) اردو کی ادبی نثر کا آغاز سترھویں صدی میں ''ملا وجہی'' کی داستان ''سب رس'' ہی سے ہوتا ہے البتہ یہ طبع زاد نہیں۔ انیسویں صدی کا نثری ادب داستانوں سے پُر ہے۔ اوّل اوّل فارسی کی منظوم داستانوں کے قصوں کو اردو نثر کا جامہ پہنایا گیا۔ نیز ہندی اور عربی کی داستانوں کے تراجم بھی کیے گئے۔ طبع زاد داستانیں بھی لکھی جانے لگیں۔ داستان کی ترقی کی ایک وجہ فورٹ ولیم کالج کی نصابی ضرورت کو پورا کرنا بھی تھا۔

داستانوں کی تخلیق کی اصل غایت تو تفریحِ طبع ہی تھی کیوں کہ اس زمانے میں عہدِ حاضر کی طرح تفریح کے بے شمار ذرائع موجود نہ تھے۔ عہدِ قدیم میں داستان گو طویل داستانیں سناتے تھے اور سامع ان کی سحر انگیزی میں گم ہو کر آسودگی حاصل کرتے تھے۔ بعد میں یہی کام داستان نویسوں نے انجام دیا۔ انسان اپنے روزمرہ کے معمولات سے تھک کر کچھ دیر کے لیے اپنے تصورات کی دنیا میں گم ہو کر سکون حاصل کرنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ آج ہم یہ کام ٹیلی وژن اور کمپیوٹر سے لیتے ہیں، ''انسانی فطرت کا یہی رومان اسے داستان گوئی پر مائل کرتا ہے۔(۶)

عہدِ قدیم کی داستان گوئی میں افیون کا سا نشہ تھا۔ بادشاہ، شہزادے، وزیر، امیر، نواب، اراکینِ سلطنت سب اس کے اسیر تھے۔ رات رات بھر داستان گو داستانیں سناتے اور سننے والے "ہیرو" کی فتح و کامرانی پر عش عش کرتے، بادشاہ سلامت شاید یہ تصور کر لیتے کہ ان کا کوئی جانثار ان کی سرحدوں کو وسیع کرنے کے لیے بہادری کے جوہر دکھا رہا ہے، سپہ سالار اس ہیرو کی جگہ خیالوں میں خود کو مہمات سر کرتے دیکھتا۔ اس طرح خیالوں کی دنیا میں پرواز کرتے کرتے خواب کی دنیا میں جا پہنچتے، سپنوں میں بھی یہی دل خوش کرنے والے منظر نظر آتے ہوں گے۔ غرض حقیقت کی سفاک دنیا سے فرار کے بعد داستان ایک اچھی جائے پناہ تھی۔(۷)

دنیا کی دیگر زبانوں کے ادب کی طرح داستانوں نے اردو ادب کے نثری سرمائے میں بھی گراں قدر اضافہ کیا ہے اور زبان و بیان کو وسعت بھی عطا کی ہے۔ داستانوں کی ادبی اہمیت مسلمہ ہے، عہدِ رفتہ کے ان قصوں، کہانیوں، حکایات اور داستانوں کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ان میں انسانی نفسیات کی پیش کش کے بھی کئی زاویے ملتے ہیں۔ خاص طور سے اساطیری ادب کے مطالعے سے زمانہ قبل از تاریخ کے انسان کے نفسی کوائف کو سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس دور کے انسان کے معاشی اور معاشرتی اصولوں، اخلاقی ضابطوں اور رویوں کے پیچھے ان کے ذہن کی نفسیاتی اور لاشعوری صورت حال کا بھی پتا چلتا ہے، "خوف، نفرت، پیکار، محبت کے تجربات حتیٰ کہ ضرب الامثال بھی قدیم انسان کی نفسیات کو آشکار کرتی ہیں۔(۸) داستان کی بنیاد ایک فرضی قصے پر ہوتی ہے اصل قصے کو طول دے کر داستان نویس قاری کی دلچسپی برقرار رکھنے کے لیے فوق الفطرت عناصر اور تخیل کی بھرپور قوت سے کام لیتا ہے۔ "ذہنی اضمحلال اور سلبِ عمل نے تخیل کو زیادہ زرخیز اور گریز کو زیادہ پسندیدہ بنا دیا، اس کا سب سے قوی اظہار فوق الفطرت کی شکل میں ہوا۔(۹) تخیل کو بھی بہت سے دوسرے ذہنی اعمال کی بجائے نفسیات سے زیادہ بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ نفسیات کی لغت میں جیمز ڈریور نے تخیل کی تعریف کچھ اس طرح بیان کی ہے:

> حال میں فکری سطح پر تصورات کے روپ میں ماضی کے ادراکی تجربات کا تعمیری استعمال جس کا تخلیقی ہونا ضروری نہیں لیکن کلی طور سے یہ محض ماضی کے تجربات ہی کا اعادہ نہیں بلکہ تخیل میں ماضی کے تجربات پر مشتمل مواد کی تنظیمِ نو اور تشکیلِ نو کی جاتی ہے۔ تنظیم و تشکیل کا یہ عمل تخلیقی بھی ہو سکتا ہے اور محض نقالی بھی ذاتی اپج کی ترتیب و تشکیل تخلیقی ہو گی جب کہ دوسروں کی ترتیب وہ تنظیم سے فائدہ اٹھانا نقالی۔(۱۰)

داستانوں میں ماضی کے تجربات کی بنیاد پر موجود مواد یا خیال کی جس طرح نئی تنظیم کی جاتی ہے، تخیل کی یہ تعریف اس خصوصیت کو اجاگر کرتی ہے۔ تخیل کے معنی خیال کی پرواز کے ہیں۔ اس ذہنی عمل کا تجربہ تو ہم اکثر عام

زندگی میں بھی کرتے ہیں۔ ادیب یا فن کار کا ذہن جب کسی چیز کو دیکھ کر دوسری جانب منتقل ہوتا ہے اور دونوں خیال کے تعلق کی جب نئی ترتیب ہوتی ہے تو تخیل کا عمل ظاہر ہوتا ہے۔ اڑتے ہوئے پرندوں کو دیکھ کر، انسان کے اڑنے کا خیال تخیل کی کارفرمائی سے اڑنے والا قالین بن گیا۔ اسی طرح مرض الموت سے شفایابی اور ناقابلِ شکست عناصر پر فتح یابی وغیرہ۔ کارل یونگ نے جس اجتماعی لاشعور کی بات کی ہے وہ داستانوں اور اساطیر میں تخیل کے تنوعات کو سامنے لاتا ہے۔ تخیل کی اسی بے کنار قوت نے داستانوں کو جنم دیا ہے۔ انسان کی یہ فطرت ہے وہ تھوڑی دیر کے لیے علت معلول کے اس نظامِ زندگی سے فرار حاصل کر کے تصورات کی دنیا میں پناہ لینا چاہتا ہے اور وقتی طور پر ذہنی آسودگی اور تسکین حاصل کرتا ہے اور یہی ادب کا منصب بھی ہے۔ داستان کی تخیلاتی فضا کے پیچھے انسان کی آرزوؤں، تمناؤں اور تشنہ تکمیل حسرتوں کا ہاتھ نظر آتا ہے، انسان کے خوابوں کی دنیا اس میں لفظوں سے تعمیر کی جاتی ہے۔

ہم میں سے ہر شخص اپنے تصور میں ایک دنیا بسائے ہوئے ہے۔ یہ تصوراتی فضا اسے جینے کا حوصلہ بھی دیتی ہے اور قوتِ عمل بھی۔ اگر آرزو مندی کو ذہن سے نکال دیا جائے تو پھر کچھ باقی نہیں رہتا۔ ان آرزوؤں کو وہ داستانوں کے کرداروں کے ذریعے پایۂ تکمیل تک پہنچتے دیکھ کر تسکین پاتا تھا۔ مہمات کا سر کرنا، شر کے مقابلے میں خیر کی فتح، نیکی کا اچھا اور بدی کا برا انجام اس کی قوتِ عمل کو بیدار کرتا۔ سپنوں کی اس بستی میں طلسمی باغات، قلعے، پرندے، جن، دیو، پریاں، بادشاہ، شہزادے، شہزادیاں، حیاتِ دوام حاصل کرنے والے انسان، مثالی کردار، محفلیں، آرائش و زیبائش، خوش حالی، فارغ البالی، اسمِ اعظم، بزرگ، ٹوپیاں، انگوٹھیاں سب انسان کی آرزوؤں کی دنیا کی عکاس ہیں۔

انسانی نفسیات کے کئی پہلو داستانوں کا موضوع ہیں۔ عشق و محبت، حسد و رقابت، دوستی و دشمنی، حسرت و یاس، غم و خوشی کے ذریعے انسانی احساسات، جذبات اور رویوں کی عکاسی کی جاتی ہے۔ رقابت اور دشمنی میں نقصان پہنچانے کی کوشش، جادو ٹونا وغیرہ کا عمل، محبوب کے وصال کے لیے بے قراری، جدائی کا دکھ، حصولِ منزل کے لیے جدوجہد، کامیابی کی خوشی، ناکامی کا غم، غرض انسان اپنی فطرت اور مختلف احساسات کے تحت جس ردِ عمل کا اظہار کرتا ہے اس کی بہترین عکاس ہماری داستانیں ہیں۔ انسانی زندگی میں وقوع پذیر ہونے والے چھوٹے بڑے واقعات اور حادثات میں حضرات اور خواتین کا ردِ عمل مختلف ہوتا ہے۔ خواتین کے جذبات اور مردوں کی باہمتی کی جو کہانیاں داستانوں میں رقم کی جاتی ہیں وہ سب انسانی نفسیات ہی کا حصہ ہیں۔ ماں کی محبت، باپ کی شفقت، بہن کی الفت، دوست کی جاں نثاری اور محبوبہ کا عشق سب محبتوں ہی کے رنگ ہیں، لیکن ہر ایک کا احساس اور اظہار مختلف ہوتا ہے۔

داستانوں میں خواتین کے کرداروں کے بیان میں ان کے بے مثال حسن اور آرائش و زیبائش کا بیان جن

جزئیات کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس کی بھی نفسیاتی وجوہات ہیں کیوں کہ جو دور داستانوں کا ہے وہ برصغیر میں پردے کے رواج کا زمانہ ہے اور خواتین کے بارے میں جاننے کا اشتیاق قارئین میں زیادہ تھا۔ صنفِ مخالف کے لیے کشش فطری ہے اور انسان کی نفسی خواہش کی تکمیل بھی اس سے ہوتی ہے۔ یہ ایک طرف داستان نویس اور کردار کی نفسیات کو ظاہر کرتے ہیں تو دوسری طرف قارئین کی تسکین کا ذریعہ بنتے ہیں۔

داستانوں میں فوق الفطری عناصر سے جو دلچسپی پیدا کی جاتی ہے اس پر اکثر اعتراض کیا جاتا ہے۔ آج کے سائنسی دور میں مافوق الفطرت عناصر کی اہمیت نہ سہی مگر انسان کی نفسیات کی اس حقیقت کو نہیں بھولنا چاہیے کہ مافوق الفطرت سے وابستگی اس کی فطرت کا تقاضا ہے۔ انسان ہمیشہ سے ایمان بالغیب کا قائل ہے، وہ دیدہ سے زیادہ شنیدہ اور شنیدہ سے زیادہ نادیدہ چیزوں کا شیدائی ہے۔ جن، پری، دیو، طلسم اور جادو کے قصے بہت پرانے ہیں لیکن آج بھی مشرق و مغرب دونوں میں یکساں مقبول ہیں۔ ان عناصر کی وسعت اور مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ مذاہبِ عالم کی تمام کتابوں میں ان کا ذکر موجود ہے۔ آج بھی ہم جب کسی مشکل میں گرفتار ہوں تو یہ آرزو کرتے ہیں کہ کہیں سے کوئی غیبی امداد آجائے کوئی قوت یا طاقت ایسی ہو جو تمام مصائب سے نجات دلا دے۔ آج کے جدید سائنسی دور میں ان عناصر نے سپرمین(superman)، بائیونک مین (Bionicman) اور بلٹ پروف جیکٹ (Bullet Proof Jacket) وغیرہ کی شکل اختیار کر لی ہے۔ انسان کا یہ تخیل ہی ایجاد کا سبب بھی بنتا ہے اور انسانی نفسیات کا مظہر بھی ہے۔ نفسیات انسانی مزاج کے مطالعے کا نام ہے، انسانی عقل ان فوق الفطری عناصر کو پسند کرتی ہے کیونکہ:

> انسانی زندگی کی بے اطمینانی اور عدم استحکام مسلم ہے۔ وہ اپنی زندگی کو ایسی تمناؤں اور خواہشوں کی تھپکیاں دے کر سلا دینا چاہتا ہے اور اس میں غیر مرئی خواہشات اور کیفیات سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے جو حقیقی اور ظاہری زندگی میں نہیں ہوتیں ایسی صورت میں زندگی لایعنی اور بے رنگ نظر آنے لگتی ہے اس بے رنگی یکسانی اور بے اطمینانی کو دور کرنے کے لیے انسان کو تخیلات اور تصورات کا سہارا لینا پڑا۔[11]

داستانوں میں جہاں حقیقی زندگی کا بیان ہوتا ہے وہاں بھی عموماً طبقۂ اعلیٰ ہی کو موضوع بنایا جاتا ہے۔ بادشاہوں، شہزادوں، شہزادیوں، امرا، وزرا، اور نوابین کے عالی شان محلات، طرزِ بود و باش، آرائش و زیبائش کا بیان بڑی خوبی سے کیا جاتا ہے جو قاری کی تسکین کرتا ہے۔ داستانیں ایک طرح سے تزکیہ نفس (Catharsis) کا ذریعہ بھی ہیں۔ فنونِ لطیفہ کی تمام شاخیں ذہنی و جذباتی گھٹن کی تطہیر کرتی ہیں۔ جذباتی گھٹن کو اگر اظہار کا موقع نہ ملے تو یہ امراض کا باعث بن سکتی ہے۔ داستانوں میں خیر و شر کا تصادم، نیکی اور بدی کا معرکہ، رقیب کا برا انجام

مصنف اور قاری ہر دو کی تسکین کا ذریعہ بنتے ہیں۔ جو اپنے استحصال کا بدلہ لینے پر تو قادر نہیں لیکن ظالم اور بد اندیش کو کیفرِ کردار تک پہنچتا دیکھ کر اس کی تشفی ہو جاتی ہے، بالکل ایسے ہی طربیہ انجام بھی راحت کا سبب بنتا ہے۔ اسی طرح مذہبی عقائد کا بیان، دعاؤں کا اثر، غیبی امداد، نقاب پوش اور سبز پوش بزرگوں کی امداد اور رہنمائی ایمان و عقیدے کو تقویت عطا کرتی ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ادب انسانی ذہن کو پژمردہ بھی کرتا ہے اور زندگی بھی بخشتا ہے۔

داستانوں میں انسانی نفسیات کی تسکین کے جو مظاہر ہمیں ملتے ہیں ان میں سے چند مثالیں ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں۔ داستانوں میں سب سے پہلے جو مثالی کردار ہمیں نظر آتا ہے وہ رحم دل اور انصاف پسند بادشاہ کا ہے جس کے عدل و انصاف اور رحم دلی کا شہرہ ہر سو پھیلا ہوا ہے۔

عجائب القصص:

"خطا و ختن کے شہر میں ایک بادشاہ مظفر شاہ نام، صاحبِ عدل اور داد تھا۔ رعیت تمام اس سے رضامند اور خوش اور آسودہ تھی اور اس بادشاہ کے عصر میں کسو کے دل پر ملال نہ تھا۔ ہر ایک عیش و عشرت میں بسر کیے جاتا تھا کہ دن عید تھا اور رات شبِ برات تھی۔"[۱۲] فسانۂ عجائب میں فیروز بخت بادشاہ کا ذکر کچھ اس انداز میں کیا گیا ہے:

> شہنشاہ فیروز بخت نام، موج بخشش سے اس بحر جود و عطا کے سائلان لب تشنہ سیر اب اور نائرہ غضب کے شعلے سے دشمن بد باطن جگر سوختہ بے تاب دبدبۂ داد دہی، غلغلہ عدالت سے دشمن دوست جانی، چور مسافر کے مال کا نگہبان ڈکیتوں کو عہدہ پاسبانی... محتاج اور فقیر کا شہر میں نام نہیں، داد و فریاد آہ و نالہ سے کسی کو کام نہیں۔ رعیت راضی سپاہ جانثار۔[۱۳]

"فسانۂ عجائب" کے ایک اور بادشاہ کا خاکہ کچھ یوں ہے:

> سرزمینِ یمن میں ایک بادشاہ تھا۔ ملک اس کا مالا مال دولت لازوال، بخشندہ تاج و تخت، نیک سیرت فرخندہ بخت، جس دم سائل کی صدا گوش حق نیوش میں در آئی وہیں احتیاج پکاری میں بر آئی یہاں تک کہ لقب اس کا نزدیک و دور، خدا دوست مشہور ہوا۔[۱۴]

باغ و بہار میں آزاد بخت بادشاہ کا تصور:

آگے روم کے ملک میں کوئی شہنشاہ تھا کہ نوشیرواں کی سی عدالت اور حاتم کی سی

سخاوت اس کی ذات میں تھی نام اس کا آزاد بخت تھا۔ (۱۵)

امن و سکون، خوش حالی، آسودگی اور فارغ البالی کی خواہش انسانی فطرت کا تقاضا ہے ہماری داستانوں میں اس کی صورت گری رعایا پرور اور انصاف پسند بادشاہوں کی مرقع کشی کے ساتھ مثالی شہروں اور باغوں کی منظر کشی سے بھی کی جاتی ہے داستان نویس ہر چیز کا مثالی مرقع پیش کرتے ہیں، یہ سب صرف جوش بیان ہی نہیں بلکہ ناآسودہ خواہشات کی تکمیل کا انداز ہے

فسانۂ عجائب فسحت آباد کا نقشہ دیکھیے:

سرزمین ختن میں ایک شہر تھا مینو سواد، بہشت نژاد پسند خاطر محبوبانِ جہاں، قابلِ بود و باش خوبانِ زماں، شمیم صفت اس کی معطر کن دماغ، جان مسکن الہتابِ قلب دافع خفقاں زمین اس کی رشک چرخ بریں، رفعت و شاہ چشمک زن بلندیٔ فلک ہفت میں، گلی کوچہ خجلت دہ گلشن آبادی گلزار بساں تختہ چمن بازار ہر ایک آزار، مصفا ہموار دکانیں، مکان نازک پائیدار خلق خدا با خاطر شاہ شاد اسے 'فسحت آباد' کہتے ہیں۔ (۱۶)

فسانۂ عجائب کے دشت و صحرا کا منظر ملاحظہ ہو:

ان کا گزر ایک دشتِ عجیب صحرائے غریب میں ہوا۔ ہر تختہ جنگل کا پُروش باغ تھا، جو پھول پھل تھا تازہ کن دل معطر نمائے دماغ تھا، جہاں تک پیک نگاہ جاتا، بجز گلہائے رنگین و یاسمین و نسرین اور کچھ نظر نہ آتا۔ (۱۷)

عجائب القصص کے باغ کا منظر:

ایک باغ عالی شان ہے، طرح طرح کے میوے لگ رہے ہیں اور اقسام اقسام کے پھول کھل رہے ہیں۔ کوئل کوک رہی ہے اور ابر جھوم رہا ہے، بجلی چمک رہی، ہے رعد گرج رہا ہے اور درمیان اس باغ کے ایک حوض سنگ رخام کا گل کار لعل و یاقوت سے ہے اور فوارے اس کے مثال ساون بھادوں کے چھوٹ رہے ہیں۔ (۱۸)

ایک عالی شان محل کی لفظی تصویر دیکھیے:

ایک قصر عالی شان بلور کا ہے اور ستون اس کے الماس کے ہیں اور گل بوٹے یاقوت اور لعل کے اور درخت اقسام اقسام کے دیواروں میں اس قصر کی بنے

ہوئے ہیں اور جانور ان درختوں پر الماس کے اور پر ان کے زمرد کے آنکھیں اور منقار ان کی یاقوت و لعل کی بیٹھے ہوئے ہیں اور چھتیں اس قصر کی سنہری اور منبت اقسام اقسام جواہر سے ہے۔ (۱۹)

حسن و عشق داستانوں کا لازمی جز ہے۔ اس حوالے سے حسن بے مثال کے مرقع بھی انسان کی آرزو ہی کا پرتو اور تخیل کی کار فرمائی ہے۔ کوئی داستان اٹھالیں ہر ایک میں مثالی حسن نظر آتا ہے۔ باغ و بہار کی پہلی داستان کی ہیروئن کو میر امن نے خوب صورت کامنی کہہ کر متعارف کروایا ہے۔ فسانہ عجائب کی انجمن آرا ہو یا ماہ طلعت یا مذہبِ عشق کی بکاؤلی ہر ہیروئن مثالی حسن کی حامل ہے۔

بکاؤلی کے حسن بے مثال کا ذکر کچھ اس انداز میں کیا گیا ہے:

اس کے رنگ روپ کی جوت سے زمین آسمان نورانی اور اس کی چشمِ منت سے نرگس کو ہمیشہ حیرانی، لب نازک کے رشک سے لالہ خون میں غلطاں، ابرو کی چاہ سے ہلال زار و ناتواں ہے۔ معلم بہار اس کے غنچہ دہن سے کوئی حرف سنے تو اطفال شگوفہ کو پھولنے کا سبق نہ دے سکے، اگر زنگی شب اس کی زلف مشکیں کے سائے میں نہ آئے تو آفتاب کی تیغ شعاع سے مارا جائے۔ (۲۰)

"بیتال پچیسی" کی ساتویں کہانی کی راج کماری کا حسن ملاحظہ ہو:

جس کا مکھ چندرماں سا، بال گھٹا سے، آنکھیں مرگ سی، بھویں دھنک سی، ناک کسیر کی سی، گلا کپوت سا، دانت انار کے دانے، ہونٹوں کی لالی کنٹوری کی سی، کمر چیتے کی سی ہاتھ پاؤں کومل کنول سے، رنگ چمپے کا سا غرض اس کے جوبن کی جوت دن بدن بڑھتی تھی۔ (۲۱)

رانی کیتکی کے حسن کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے حسن کا مرقع لفظوں میں نہیں کھینچا جا سکتا۔ ہیروئنوں کے ساتھ ساتھ داستانوں کے ہیرو بھی مثالی ہیں۔ حسن صورت جرأت و شجاعت علم و فضل اور اخلاق میں یکتائے زمانہ ہیں:

دس برس کے سن میں اس غزال چشم نے ہرن کے سینگ چیر ڈالے، دست و بازو میں یہ طاقت ہوئی کہ درندہ فیل مست ہوا جوان رعنا، چہرہ زیبا شوکت اسفندیار سے زبردست ہوا۔ (۲۲)

سچ مچ اس کے جوبن کی جوت میں سورج کی ایک سوت آملی تھی، اوس کا اچھا پن اور بھلا لگنا کچھ ایسا نہ تھا جو کسی کے لکھنے اور کہنے میں آسکے۔ پندرہ برس بھر کے اونے سولھوے میں پاؤں رکھا تھا، کچھ یوں ہی سی اس کی مسیں بھیگی تھیں، اکڑ تکڑ اوس میں بہت سی سمارہی تھی کسی کو کچھ نہ سمجھتا تھا۔(۲۳)

کہتے ہیں پورب کے شہروں میں کسی شہر کا ایک بادشاہ تھا زین الملوک نام جمال اس کا جیسے ماہ منیر، عدل و انصاف اور شجاعت میں بے نظیر، اس کے چار بیٹے تھے۔ ہر ایک علم و فضل میں علامہ زماں اور جواں مردی میں رستم دوراں۔ خدا کی قدرتِ کاملہ سے ایک اور بیٹا آفتاب کی طرح جہاں کا روشن کرنے والا اور چودھویں رات کے چاند کی طرح دنیا کے اندھیرے کا دور کرنے والا پیدا ہوا۔(۲۴)

داستانوں کے ان اہم اور مرکزی کرداروں کے علاوہ عموماً معمولی کردار بھی مثالی ہیں، جیسے فسانۂ عجائب کے سوداگر اور چڑی مار کی بیوی کا کردار، باغ و بہار کے جراح کا کردار وغیرہ۔

انسانی آرزوؤں اور تمناؤں کا محور حسن و عشق، پُر آسائش، پُر سکون ماحول کے علاوہ مال و دولت بھی ہے۔ یہ انسان کی کمزوری ہے کیوں کہ خواہشات کی تکمیل کا بڑا ذریعہ دولت ہی ہے۔ اس کے حصول کے لیے انسان جائز و ناجائز ذرائع کے استعمال اور بعض اوقات اپنی جان کی بھی پروا نہیں کرتا۔ داستانوں کی مہمات میں اکثر خزانوں کی تلاش ہوتی ہے، اس کے علاوہ بھی مال و دولت کے حصول کی خواہش دیگر کئی صورتوں میں داستانوں میں موجود ہے۔

داستانوں کے فوق الفطرت عناصر بھی آرزوؤں کی تکمیل ہی کا ذریعہ ہیں۔ بے انتہا بہادر جری اور ناقابل یقین صلاحیتوں کے حاصل ہیرو جو بلاخوف درندوں، بلاؤں جنوں اور دیوں سے مقابلہ کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دیوی، دیوتا، بزرگ، پرندے جو ہیرو کو اسمِ اعظم بتاتے ہیں، جو تمام بلاؤں سے بچاتا ہے اور ان پر غلبہ عطا کرتا ہے، اس کی مدد سے ناممکن مہمات سر ہو جاتی ہیں۔ انگوٹھی یا الٰہ دین کا چراغ جیسی اشیا جو ہیرو کی تسخیرِ مہمات میں معاون ہوتی ہیں۔ دشمن نیست و نابود ہو جاتا ہے، عوام کو دیو اور بلا سے نجات مل جاتی ہے۔ بعض ادویات جو ہر مرض کا علاج ثابت ہوتی ہیں، جن میں پھول جیسے گل بکاؤلی کے آنکھوں پر ملنے سے زین الملوک کی بینائی کا لوٹ آنا، جڑی بوٹیاں، سرمہ اور بھبھوت وغیرہ جس کے استعمال نے صحت یابی ہو اور جنھیں لگانے سے دشمن کی نظروں سے اوجھل ہوا جاسکے۔ روزِ اوّل سے انسان موت پر فتح پانے کی کوشش میں سرگرداں ہے۔ اس آرزو کو داستان نویسوں نے آبِ حیات کی تلاش اور امرت چھڑک کر دوبارہ زندہ کرنے سے پورا کیا ہے، اسم اعظم بھی موت کو شکست دینے کا ایک

ذریعہ بتایا گیا ہے جس کے ورد سے ہیرو کی جان بچ جاتی ہے۔

''بیتال پچیسی'' کی چھٹی کہانی میں انسان کی ابدیت کی خواہش کو امرت چھڑک کر پورا ہوتے دکھایا گیا ہے:

> دیوی نے سنگھاسن سے اتر کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کہا پتری! پر مانگ میں تجھ سے پر سن ہوئی۔ تب ان نے کہا ماتا! جو تو مجھ سے خوش ہوئی ہے تو ان دونوں کو جی دان دے پھر دیوی نے کہا ان کے دھڑوں سے سر لگا دے ان نے مارے خوشی کے گھبراہٹ میں سر بدل کے لگا دیے اور دیوی نے امرت لا چھڑک دیا یہ دونوں جی کر اٹھ کھڑے ہوئے اور آپس میں جھگڑنے لگے۔ (۲۵)

انسان کی جوان بننے کی خواہش کی تکمیل بھی داستانوں میں پوری ہو جاتی ہے:

> غرض بہت سی تسلی کر اسے اپنے گھر لے گیا اور وہاں جا کر دو گٹکے بنائے ایک گٹکا اس برہمن کو دے کر کہا جب اسے منہ میں رکھے گا تب تو بارہ برس کی کنہیا ہو جائے گا اور جس وقت تو اسے منہ سے نکال لے گا تو ہرش جیوں کا تیوں ہو جائے گا۔ (۲۶)

انسانی قالب کی تبدیلی کے فوق الفطری مناظر بھی داستانوں میں موجود ہیں فسانہ عجائب میں شہزادے کا بندر، طوطے اور بکری کے قالب میں ظاہر ہونا، رانی کیتکی کی کہانی میں سارے لشکر کا ہرن بن جانا اور پھر دوبارہ انسان کے قالب میں آنا وغیرہ۔

داستانوں میں ہیرو کی مہم جوئی کے جتنے مراحل دکھائے جاتے ہیں ان میں انسانی شخصیت کے ارتقا کے تمام مراحل مشاہدہ کیے جاسکتے ہیں۔ مہم کی ابتدا تجربوں، آزمائشوں اور کارناموں سے ہوتی ہے جو حقیقت تک رسائی کا علامتی اظہار ہے۔ جس کے ذریعے انسانی شعور کی تکمیل ہوتی ہے۔ داستان گو علامتی انداز میں بہت سے نفسیاتی حقائق بیان کرتا ہے۔ بدی کی قوتیں، دیو، اژدھا، سانپ وغیرہ لاشعور کے کئی پہلوؤں کا خارجی مظہر ہیں، ان سب پر قابو پانا یا انھیں ختم کر دینا لاشعور کی مشتعل قوتوں پر قابو پانے یا روکنے کی علامت ہے۔ کارل یونگ اس پہلو پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> راکھشس (Dragon) مادر سلبی کی نمائندگی کرتا ہے اور محرمات کے خلاف مدافعت یا اس خوف کا مظہر ہے، راکھشس اور سانپ ٹیبو کو توڑنے یا محرماتی کشش کو دبانے کے نتائج کا علامتی اظہار ہیں۔ (۲۷)

کارل یونگ جنگل، درخت، اور شہر کو مادر عظمیٰ کی علامت قرار دیتا ہے۔ جانور کی قربانی بھی اس کی دانست

میں حیوانی خواہشات کی قربانی ہے۔ اس کے خیال میں جانور لیبڈو کا علامتی مظہر ہے۔

گویا ہیرو کا مہماتی سفر صرف خارجی نہیں باطنی سفر ہے، جس میں وہ نفس لوامہ سے ابتدا کر کے نفس مطمئنہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ داستانوں کی مہم جوئی انسان کے اندر موجود خواہشات اور آرزوؤں کی حقیقت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔ ان آرزوؤں اور خواہشات کی تکمیل کی جدوجہد میں جب وہ مصائب میں گھر جاتا ہے تو بے ساختہ کسی ایسی ہستی کو پکارتا ہے جو اس کی مددگار ہو، اپنی فطرت کے تحت وہ اپنے خالق سے رجوع کرتا ہے اور اس کو مدد کے لیے پکارتا ہے۔ جس کے نتیجے میں عموماً کوئی خدا رسیدہ بزرگ مدد کے لیے ظاہر ہوتا ہے:

> اس خضر صورت بزرگ کو کارل یونگ نے Old Wise man کی اصطلاح سے موسوم کیا ہے لیکن ذرا سا تدبر یہ حقیقت واضح کر دیتا ہے کہ بزرگ دراصل انسانی احتیاج کا مظہر ہے۔ (۲۸)

اردو داستان نگاری کے فروغ کا محرک بھی نفسیاتی ہے۔ انیسویں صدی کی سیاسی اور معاشرتی حالت بڑی حد تک داستانوں کے عروج کی ذمے دار ہے۔ یہ دور برصغیر میں سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کے زوال اور انگریزوں کے بڑھتے ہوئے تسلط کا ہے، جس نے اہلِ ہند کے کردار میں تن آسانی اور سہل پسندی پیدا کر دی تھی اور داستانوں کا موضوع ان کے مزاج سے مطابقت رکھتا تھا۔ داستانیں امرا اور عوام میں یکساں مقبول تھیں:

> چیمبرس انسائیکلوپیڈیا کے ایک مضمون نگار کے مطابق قصے وہیں زیادہ ترقی کرتے ہیں جہاں لوگ زیادہ کاہل ہوتے ہیں۔ یونان میں قصے اس وقت لکھے گئے جب وہ روم کے زیرِ نگیں ہو گئے، روم کا افسانوی ادب اس وقت وجود میں آیا جب آمر شہنشاہوں نے فرد کی آزادی سلب کر دی۔۔۔ انیسویں صدی کے دلّی اور لکھنؤ میں کاہلی کا قحط نہ تھا، داستانیں اردو کے شجاعی رومان ہیں۔ ان کے بیانات ہم عصر سوسائٹی کے مذاق کے عین مطابق تھے۔ (۲۹)

انیسویں صدی کے زوال پذیر معاشرے میں حرکت و عمل اور کردار کی پختگی باقی نہ رہی تھی، ایسے ماحول میں داستان نگاروں نے اپنی عظمت رفتہ کے قصوں کو موضوع بنایا۔ کیونکہ جو کام ان کے عہد کی بے عملی انجام دینے سے قاصر تھی وہ کارنامے داستان میں توفیق خداوندی، غیبی امداد، اسمِ اعظم اور مقدر سے انجام دیے جاتے تھے۔ لکھنؤ، دلّی اور رام پور میں جتنی داستانیں لکھی گئیں وہ ناخوشگوار صورت حال سے فرار کا آسان طریقہ تھا:

> داستانوں کے فروغ میں ایک فراری جذبہ کارفرما تھا ان کی دنیا سپنوں کا سنار تھا جو تلخیوں سے پناہ دیتا تھا، یہاں پہنچ کر بے بسی اور بے کسی سے خلاصی ہو جاتی تھی۔

یہاں کوئی بلا موجود نہ تھی، جو تھیں انھیں زیر کر لیا گیا تھا۔[۳۰]

اس زوال آمادہ معاشرے میں غیر کی شجاعت سے دل خوش کرنے کے اور بھی کئی مشغلے راہ پا گئے تھے، جن میں پرندوں اور چوپایوں کے مقابلے اور پتنگ بازی بھی شامل تھے:

> اودھ کی سوسائٹی اپنے ہیرو، اپنے تاریخی کارنامے، اپنے حقیقی افسانے نہ رکھتی تھی یہ چیزیں اسے داستانوں اور مرثیوں میں مل گئیں۔[۳۱]

دور انحطاط کی جھلکیاں ہر داستان میں مل جاتی ہیں۔ کرداروں کے تضادات، ان کی شوخی اور بذلہ سنجی کے انداز خصوصاً شہزادے، شہزادیوں کی کردار نگاری میں، شراب نوشی کے مناظر، افیون کے ذکر اور طوائفوں سے کوئی داستان خالی نہیں۔ یہ داستانیں لکھنؤ اور دہلی کے معاشرے کی بھرپور عکاسی کرتی ہیں، خصوصاً باغ و بہار، اور فسانۂ عجائب۔ باغ و بہار کے اکثر کردار تضادات کا شکار ہیں جو اس سماج کے تضاد کو ظاہر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر وحید قریشی باغ و بہار کے کرداروں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> بصرہ، بغداد، استنبول ملک زیر باد سب جگہ کے باشندے دلّی کے شہری ہیں اور اس مغل تمدن کی اخلاقی اور روحانی قدروں کے شائق ہیں۔ ان میں واحد صفت یہ بھی ہے کہ سبھی زندگی کی کشمکش سے بھاگے ہوئے ہیں اور مثبت قدروں کے بجائے منفی قدروں پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس لیے عمل اور حرکت سے تقریباً محروم ہیں۔ جہاں عمل کا موقع آتا ہے بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں، ایسے میں کوئی اتفاقی حادثہ یا کوئی برگزیدہ ہستی ان کی مدد کو آتی ہے۔ کرداروں کا انفعالی رویہ چہار درویش کے سب کرداروں کو ایک سانچے میں ڈھال دیتا ہے۔[۳۲]

اردو کی بیشتر داستانوں میں جہاں انتشار اور شکستگی کا احساس ہے وہیں کئی داستانوں کے ہیرو ایسے بھی ہیں جنھوں نے احساسِ شکست کے باوجود اسلامی معاشرے کی صالح روایات سے روگردانی نہیں کی۔ ہزار خامیوں، افتادات اور اخلاقی کمزوریوں کے باوجود نیکی، سچائی، اور خیر کی قوتیں نہ صرف اپنی جھلک دکھاتی ہیں بلکہ کامیاب بھی ہوتی ہیں۔ داستانوں میں خیر کی قوتوں کا سب سے اہم نمائندہ کردار آرائشِ محفل میں "حاتم" کا ہے۔ الف لیلہ کے بھی کئی کردار اعلیٰ اخلاقی قدروں کی پاسبانی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ داستانِ امیر حمزہ اور بوستانِ خیال میں امیر حمزہ اور صاحبقراں کے کردار کی ساری جدوجہد حق کی فتح اور باطل قوتوں کی شکست ہی کے لیے ہے۔ حق کی فتح اور خیر کی قوتوں کی کامیابی دکھا کر اس احساسِ شکست اور مایوسی کو کم کرنے کا کام لیا گیا ہے جو اس دور کے معاشرے میں عام تھی۔ خیر کی قوتوں کے یہ نمائندہ کردار میر درد کی اس روایت کے علم بردار ہیں جن کے پائے استقلال میں نامساعد

حالات کے باوجود لرزش نہ آئی۔

الغرض داستانوں کی کردار نگاری ہو یا جاندار اور بے جان اشیا کی مثالی منظر کشی، حسن بے مثال کے مرقعے ہوں یا بہادری کے کارنامے، حسن و عشق کی داستانیں ہوں یا ایثار و قربانی کے قصے سب انسانی آرزوؤں اور خوابوں کا مظہر ہیں۔ اس سلسلے میں داستان نویس، تخیل اور فوق فطرت سے وہ کام لیتا ہے جو قاری کو متحیر اور محو کر کے داستان کی فضا میں گم کر دیتا ہے۔

اردو کا نثری ادب داستانوں سے جتنا پُرمایہ ہے غالباً کسی اور صنف نثر سے نہیں۔ اردو کی پہلی نثری داستان ''سب رس'' ۱۶۳۵ء میں تحریر کی گئی اور ۱۹۴۰ء تک تقریباً تین صدیاں اس صنف کو ترقی اور عروج حاصل رہا۔ اس کی ترقی میں ان ادوار کے نفسیاتی محرکات کا بڑا اہم کردار رہا۔ اپنے عروج کے زمانے سے لے کر آج تک اس سرمائے کی اہمیت اسی طرح برقرار ہے۔ یہ داستانیں اپنے دور کے سیاسی، معاشرتی اور تمدنی حالات کی عکاس ہیں، نیز اردو کے نثری اسالیب کی عہد بہ عہد ترقی کی اہم دستاویز بھی ہیں۔

حواشی

۱۔ غلام حسین اظہر عباس، اردو داستان ایک نفسیاتی جائزہ، مشمولہ سہ ماہی اردو، جلد ۵۶، شمارہ ۳، ۱۹۷۶ء، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ص ۷۵

۲۔ آصف فرخی، پرانی کہانیاں، مشمولہ سہ ماہی اردو، اپریل تا جون ۱۹۸۹ء، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ص ۹۵

۳۔ محمد یونس حسنی، کاوشیں، (کراچی: رباب پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء)، ص ۳۰

۴۔ سنبل نگار، اردو نثر کا تنقیدی مطالعہ، (نئی دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۹ء) ص ۵۰۔۵۱

۵۔ سلیم آغا قزلباش، اردو افسانے کا نفسیاتی اور جنسی زاویہ نظر سے جائزہ، مشمولہ مکالمہ، جون تا ستمبر ۲۰۰۰ء، اکادمی بازیافت، کراچی، ص ۱۳۵

۶۔ ایضاً، ص ۱۳۷

۷۔ ایضاً، ص ۱۳۹

۸۔ گیان چند جین، اردو کی نثری داستانیں، (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۶۹ء) ص ۱۱۷

۹۔ سلیم اختر، داستان اور ناول تنقیدی مطالعہ، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء)، ص ۲۷

۱۰۔ اطہر صدیقی، طلسم ہوشربا میں مافوق الفطری عناصر، مشمولہ سہ ماہی اردو، ۱۹۷۷ء، شمارہ ۴، جلد ۵۳، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ص ۹۵

۱۱۔ شاہ عالم ثانی، عجائب القصص، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۵ء)، ص ۲۸

۱۲۔ رجب علی بیگ سرور، فسانۂ عجائب، (لاہور: اردو مرکز، ۱۹۹۲ء،) ص ۲۹

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ میر امّن، باغ و بہار، (لاہور: الفیصل، ۲۰۰۳ء،) ص ۴۵
۱۵۔ غلام حسین اطہر، اردو داستان ایک نفسیاتی جائزہ مشمولہ سہ ماہی اردو، شمارہ ۳، جلد ۵۲، ۱۹۷۶ء، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ص ۱۰۱
۱۶۔ رجب علی بیگ سرور، فسانۂ عجائب، محولہ بالا، ص ۲۸
۱۷۔ ایضاً، ص ۴۶
۱۸۔ شاہ عالم ثانی، عجائب القصص، محولہ بالا، ص ۱۲۷
۱۹۔ ایضاً، ص ۱۲۳
۲۰۔ سید فخر الدین حسین سخن، سروش سخن، مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء)، ص ۶۱
۲۱۔ نہال چند لاہوری، مذہبِ عشق، مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی، (لاہور: مجلس ترقی ادب، سنہ ندارد)، ص ۳۹
۲۲۔ مظہر علی ولا، بیتال پچیسی، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۵ء)، ص ۴۷
۲۳۔ انشاء اللہ خان انشا، کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی، مرتبہ مولوی عبدالحق، امتیاز علی عرشی، (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۳ء،)، ص ۱۰۱
۲۴۔ رجب علی بیگ سرور، فسانۂ عجائب، محولہ بالا، ص ۳۲
۲۵۔ انشاء اللہ خان انشا، کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی، محولہ بالا، ص ۵۰
۲۶۔ نہال چند لاہوری، مذہبِ عشق، محولہ بالا، ص ۶
۲۷۔ مظہر علی ولا، بیتال پچیسی، محولہ بالا ص ۷۰۔۷۱
۲۸۔ ایضاً، ص ۱۰۶
۲۹۔ انشاء اللہ خان انشا، کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی، محولہ بالا، ص ۸۹
۳۰۔ غلام حسین اطہر، اردو داستان ایک نفسیاتی جائزہ، محولہ بالا ص ۱۵۸۔۱۵۹
۳۱۔ ایضاً، ص ۱۵۹
۳۲۔ گیان چند جین، اردو کی نثری داستانیں، محولہ بالا، ص ۱۱۵۔۱۱۶

مآخذ

۱۔ اختر، سلیم، داستان اور ناول تنقیدی مطالعہ، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء
۲۔ انشا، انشاء اللہ خان، کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی، مرتبہ مولوی عبدالحق و امتیاز علی عرشی، کراچی: انجمن ترقیِ اردو پاکستان، ۲۰۰۳ء
۳۔ ثانی، شاہ عالم، عجائب القصص، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۵ء
۴۔ جین، گیان چند، اردو کی نثری داستانیں، کراچی: انجمن ترقیِ اردو پاکستان، ۱۹۶۹ء
۵۔ حسنی، محمد یونس، کاوشیں، کراچی: رباب پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء
۶۔ سخن، سید فخر الدین حسین، سروش سخن، مرتبہ خلیل الرحمٰن داودی، لاہور: مجلس ترقیِ ادب، ۱۹۶۳ء
۷۔ سرور، رجب علی بیگ، فسانۂ عجائب، لاہور: اردو مرکز، ۱۹۹۲ء

۸۔ لاہوری، نہال چند، مذہبِ عشق، مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، سنہ ندارد
۹۔ میر امّن، باغ و بہار، لاہور: الفیصل، ۲۰۰۳ء

رسائل و جرائد

۱۔ سہ ماہی اردو، شمارہ ۳، جلد ۵۶، ۱۹۷۶ء، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی
۲۔ ____، شمارہ ۴، جلد ۵۳، ۱۹۷۷ء، ____
۳۔ ____، اپریل تا جون ۱۹۸۹ء، ____
۴۔ مکالمہ، شمارہ جون تا ستمبر ۲۰۰۰ء، اکادمی بازیافت، کراچی

References:

1. Ghulam Hussain Azhar Abbas, *Urdu Dastan: Ek Nafsiyati Jaiza*, in Quarterly *Urdu*, (Vol. 56, No. 3, 1976), p. 75.
2. Asif Farrukhi, *Purani Kahaniyan*, in Quarterly *Urdu* (April-June 1989), p. 95.
3. Muhammad Younas Hasani, *Kawishain*, (Karachi: Rubab Publications, 1992), p. 30.
4. Sunbal Nigar, *Urdu Nasr ka Tanqeedi Mutala*, (New Delhi: Educational Publishing House, 1999), p. 50–51.
5. Saleem Agha Qazilbash, *Urdu Afsanay ka Nafsiati aur Jinsi Zawiya Nazar Se Jaiza*, in *Mukalma*, June-September, 2000, Academy Bazyaft, Karachi, p. 135.
6. Ibid, p.137.
7. Ibid, p. 139.
8. Gyan Chand Jain, *Urdu ki Nasri Dastanen*, (Karachi: Anjuman Taraqqi Urdu Pakistan, 1969), p. 117.
9. Saleem Akhtar, *Dastan aur Novel Tanqeedi Mutala*, (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1991), p. 27.
10. Athar Siddiqui, *Tilism-e-Hoshruba Mein Mafuq-ul-Fitri Anasir*, in Quarterly *Urdu*, No. 4, Vol. 53, 1977, Anjuman Taraqqi-e-Urdu Pakistan, Karachi, p. 95.
11. Shah Alam Sani, *Ajaib-ul-Qasas*, (Lahore: Majlis Taraqqi Adab, 1965), p. 28.
12. Rajab Ali Baig Sarwar, *Fasana-e-Ajaib*, (Lahore: Urdu Markaz, 1992), p. 29.
13. Ibid.
14. Mir Amman, *Bagh-o-Bahar*, (Lahore: Al-Faisal Publishers, 2003), p. 45.
15. Ghulam Hussain Azhar, *Urdu Dastan: Ek Nafsiyati Jaiza*, in Quarterly *Urdu*, No. 3, Vol. 52, 1976, Anjuman Taraqqi-e-Urdu Pakistan, Karachi, p. 101.
16. Rajab Ali Baig Sarwar, *Fasana-e-Ajaib*, p. 28.
17. Ibid, p. 46.
18. Shah Alam Sani, *Ajaib-ul-Qasas*, p. 127.
19. Ibid, p. 123.
20. Syed Fakhruddin Hussain Sukhan, *Sarosh-e-Sukhan*, Edited by Khalil-ur-Rehman Dawoodi, (Lahore: Majlis Taraqqi Adab, 1963), p. 61.

21. Nihal Chand Lahori, *Mazhab-e-Ishq*, Edited by Khalil-ur-Rehman Dawoodi, (Lahore: Majlis Taraqqi Adab, San Nadara), p. 39.
22. Mazhar Ali Wila, *Baital Pachisi*, (Lahore: Majlis Taraqqi Adab, 1965), p. 74.
23. Insha Allah Khan Insha, *Kahani Rani Ketki aur Kunwar Uday Bhan Ki*, Edited by Maulvi Abdul Haq & Imtiaz Ali Arshi, (Karachi: Anjuman Taraqqi Urdu Pakistan, 2003), p. 101.
24. Rajab Ali Baig Sarwar, *Fasana-e-Ajaib*, p. 32.
25. Insha Allah Khan Insha, *Kahani Rani Ketki aur Kunwar Uday Bhan Ki*, p. 50.
26. Nihal Chand Lahori, *Mazhab-e-Ishq*, p. 6.
27. Mazhar Ali Wila, *Baital Pachisi*, p. 70–71.
28. Ibid, p. 106.
29. Insha Allah Khan Insha, *Kahani Rani Ketki aur Kunwar Uday Bhan Ki*, p. 89.
30. Ghulam Hussain Azhar, *Urdu Dastan: Ek Nafsiyati Jaiza*, p. 158–159.
31. Ibid, p. 159.
32. Gyan Chand Jain, *Urdu ki Nasri Dastanen*, p. 115–116.

Bibliography:

1. Akhtar, Saleem, *Dastan aur Novel Tanqeedi Mutala*, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1991.
2. Insha, Insha Allah Khan, *Kahani Rani Ketki aur Kunwar Uday Bhan Ki*, Murattiba Maulvi Abdul Haq & Imtiaz Ali Arshi, Karachi: Anjuman Taraqqi Urdu, 2003.
3. Sani, Shah Alam, *Ajaib-ul-Qasas*, Lahore: Majlis Taraqqi Adab, 1965.
4. Jain, Gyan Chand, *Urdu ki Nasri Dastanen*, Karachi: Anjuman Taraqqi Urdu, 1969.
5. Hasni, Muhammad Younas, *Kawishain*, Karachi: Rubab Publications, 1992.
6. Rajab Ali Baig Sarwar, *Fasana-e-Ajaib*, Lahore: Urdu Markaz, 1992.
7. Sukhan, Syed Fakhruddin Hussain, *Sarosh-e-Sukhan*, Edited by Khalil-ur-Rehman Dawoodi, Lahore: Majlis Taraqqi Adab, 1963.
8. Lahori, Nihal Chand, *Mazhab-e-Ishq*, Murattiba Khalil-ur-Rehman Dawoodi, Lahore: Majlis Taraqqi Adab, San Nadara.
9. Mir Amman, *Bagh-o-Bahar*, Lahore: Al-Faisal Publishers, 2003.

Magazines

1. *Mukalma*, June-September 2000, Academy Bazyaft, Karachi.
2. Quarterly *Urdu*, No. 4, Vol. 53, 1977, Anjuman Taraqqi-e-Urdu Pakistan, Karachi
3. ____, No. 3, Vol. 56, 1976, ____
4. ____, April to June 1989, ____